''موضوع کی ندرت، مواد کی کثرت، تحریر کی سلاست، طرزِ ادا کی حلاوت اور کتاب کی ان شاء اللہ حسنِ اشاعت اور قوتِ افادیت کی وجہ سے مجھے یقین ہے کہ مولوی یاسر ندیم قاسمی دیوبندی کی یہ کتاب کثیر الاشاعت ثابت ہوگی''

ان تمام خوبیوں کے ساتھ چند چیزوں کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ کتاب میں متعدد مقامات پر اقتباسات کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں، مثلاً ملاحظہ کیجئے صفحات ۱۱۲، ۱۲۴، ۱۵۰۔ دوسری چیز یہ کہ طرزِ تحریر پر عربی زبان کا غلبہ نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہوسکتی ہے کہ مصنف نے کتاب کا نوے فیصد مواد عربی کتابوں سے ہی لیا ہے۔ تیسری چیز، جس کی کمی زیادہ محسوس ہوتی ہے، یہ کہ انگریزی مواد سے براہ راست استفادہ کم کیا گیا ہے، جو اس موضوع پر لکھنے کے لئے لازم تھا۔

ان سب کے باوجود کتاب کی افادیت اپنی جگہ ہے۔ اسے ہر اس شخص کے مطالعہ میں آنا چاہئے جو گلوبلائزیشن کے فتنوں سے آگاہی اور اس کے منفی یا مثبت پہلوؤں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہو۔

(جاوید احسن فلاحی)

فارسی ادب کا مطالعہ مترجمہ: ڈاکٹر رفیعہ شبنم عابدی

ناشر: فاران پبلشرز، مومن اپارٹمنٹس، جوگیشوری، ممبئی، صفحات: ۱۶۸، قیمت: ۱۰۰ روپے

امام خمینیؒ کی قیادت میں ایران کے انقلاب نے جہاں سیاسی، معاشی، ثقافتی اور عسکری میدانوں میں اپنے اثرات مرتب کئے وہیں علمی اور ادبی میدان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ماقبل انقلاب کا ادب اخلاقی گراوٹ، ابتذال، جنسی بے راہ روی، اور اخلاقی پستی پر مبنی اور ایمانیات وعقائد اور مسلمہ تہذیب واقدار کا مذاق اڑانے والا ادب تھا،

جب کہ مابعد انقلاب ادب کی بنیادیں قرآن وسنت پر استوار تھیں اور اس میں چودہ سو سالہ تہذیبی اور فکری روایات سے استفادہ کیا گیا تھا۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں انقلابِ ایران کے اسی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ اس انقلاب نے فارسی ادب کے مختلف اصناف پر کیا اثرات مرتب کیے۔ یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے، بلکہ مختلف مقالات کا مجموعہ ہے جنھیں انقلابِ ایران کی سال گرہ کے موقع پر تہران میں منعقدہ ایک سیمنار میں پیش کیا گیا تھا۔ اولاً مقالات کو فارسی میں مرتب کر کے شائع کیا گیا، بعد ازاں ممبئی میں خانۂ فرہنگ جمہوریۂ اسلامی ایران کے ڈائرکٹر جناب فرہاد پایزدار کی فرمائش پر ڈاکٹر رفیعہ شبنم عابدی صاحبہ نے اس کے بعض مقالات کو اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

کتابت کی غلطیاں کثرت سے ہیں۔ فارسی اشعار کے ترجمے بھی غائب ہیں۔ کہیں کہیں رسم الخط بھی فارسی کا استعمال کیا گیا ہے۔ بعض مقالہ نگاروں کے بیانات میں ابہام، غموض اور مبالغہ آمیزی پائی جاتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹر احمدی نے لکھا ہے: ''اس قسم کا ادب سیکولرزم کے نام پر پیدا ہوا، جو مشروطیت سے پہلے اس ملک میں وارد ہوا'' (ص ۱۵) اس میں مشروطیت سے کیا مراد ہے؟ یہ واضح نہیں ہے۔ اسی مقالہ میں ایک جگہ ہے: ''اس قسم کا ادب دنیا کے کسی خطہ میں نہیں پایا جاتا''۔ ظاہر ہے کہ یہ مبالغہ ہے، بلکہ اس کے برعکس اگر یہ کہا جائے کہ اس قسم کا ادب دنیا کے ہر خطہ میں پایا جاتا ہے تو زیادہ صحیح ہوگا۔ ڈاکٹر شاہد چودھری کے مقالہ میں ہے: ''اسی لئے اس اسلوب کو ''سبک اقبال'' کا نام دیا گیا ہے'' (ص ۵۳) پتا نہیں یہ اقبال کا کون سا اسلوب ہے؟ ایک جگہ امام خمینی کی مدح میں لکھا گیا ہے: ''ان کی زبانِ مبارک سے وحیِ الٰہی کی مانند ہمیشہ ایسا ہی ادب وارد ہوتا تھا''۔ ظاہر ہے، یہ الفاظ انبیائے کرام کے لیے مخصوص ہیں۔

اس طرح کے لفظی و معنوی تسامحات اس کتاب میں بہت زیادہ ہیں۔ اگلے ایڈیشن میں (اگر اس کی نوبت آئے) انہیں درست کر لینا چاہیے۔

(ج۔ا۔ف)